تحریک جدید اور جماعت احمدیہ

(فرمودہ ۱۵؍جنوری ۱۹۳۷ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

سب سے پہلے تو مَیں دوستوں کو اس امر کی نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ جب ایسے کام پیش ہوں جن کیلئے جماعتی مدد کی ضرورت ہو تو اُس وقت دوستوں کو اپنے ذاتی کام اور ذاتی اغراض بالکل بُھلا دینی چاہئیں ۔ اِس وقت بھی ہمارے سامنے بعض ایسے کام ہیں جن کیلئے سینکڑوں آدمیوں کی ضرورت ہے اور آئندہ دو ہفتے نہایت ہی مشغول ہوتے نظر آتے ہیں ۔ نظارتِ اعلیٰ کی طرف سے بورڈوں پر اعلان ہو رہا ہے ۔لیکن اس اعلان کے علاوہ جو سائیکلسٹوں کے متعلق ہے ایسے افراد کی بھی ضرورت ہوگی جو سائیکل چلانا نہیں جانتے اور پیدل یا کسی اور سواری پر دوسری جگہ جا سکتے اور کام کر سکتے ہیں ۔ان کاموں کیلئے ایسے لوگوں کی فہرست مہیا کرنے کیلئے جو اس خدمت کیلئے اپنے آپ کو خوشی سے پیش کریں مَیں ہدایت کرتا ہوں کہ تمام مساجد میں ایسے لوگوں کی لسٹیں تیار کر کے ناظر صاحب اعلیٰ کے پاس بھجوا دی جائیں ۔ پھر جس جس عرصہ اور جس جس مقام کیلئے نظارت اُنہیں کام پر لگانا چاہے اُس کی ہدایت کے مطابق اور اُن ذرائع کے ماتحت جو اِن کیلئے تجویز کئے جائیں ، وہ چلے جائیں ۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ لوگ جو ہمیشہ اپنے آپ کو یہ کہہ کر پیش کیا کرتے ہیں کہ ہماری جانیں اور ہمارے مال آپ کی خدمت کیلئے حاضر ہیں وہ اس موقع کو جو خدا تعالیٰ نے انہیں دیا ہے رائیگاں نہیں جانے دیں گے ۔

اس کے بعد میں دوستوں کو تحریک جدید کی طرف پھر توجہ دلاتا ہوں ۔ قادیان میں اس دفعہ بوجہ

اس کے کہ تحریک کچھ پیچھے ہوئی اور بوجہ اس کے کہ جلسے کا زور عین تحریک جدید کے زور کے زمانہ میں آیا، مردوں میں پورے طور پر اس تحریک کو مکمل نہیں کیا گیا اور عورتوں میں بھی اس وجہ سے کہ میری وہ بیوی جو لجنہ کی سیکرٹری ہیں بیمار رہیں اور کام نہیں کر سکیں، گزشتہ سالوں کے مقابلہ میں بہت کم کام ہؤا ہے۔ اس لئے میں پھر دوستوں کو اِس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ قادیان کی جماعت بیرونی جماعتوں کیلئے ایک نمونہ اور اُسوہ ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قادیان کی جماعت مالی تنگی کی وجہ سے اور تنخواہوں کے بروقت نہ ملنے کی وجہ سے دوسروں سے زیادہ تکلیف اور ابتلاء میں ہے مگر وہ لوگ جو سلسلہ احمدیہ کے قیامت کی اہمیت کو سمجھتے اور قادیان کے وجود کی برکات جانتے ہیں، وہ سمجھ سکتے ہیں کہ دینی خدمات کے لحاظ سے سب سے زیادہ ذمہ داری قادیان کے لوگوں پر ہی عائد ہوتی ہے۔

خانۂ کعبہ کی حفاظت اور تطہیر ہر ایک مسلمان کے ذمہ ہے مگر قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اُس نسل کو خاص طور پر مخاطب کیا گیا ہے جو مکہ میں رہنے والی تھی اور اُسے کہا گیا کہ تمہارے لئے خانۂ کعبہ کی تطہیر فرض مقرر کی جاتی ہے۔ چنانچہ فرمایا اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ [1] گو طائف یعنی جو مکہ میں طواف کرنے والے تھے ان کے لئے بھی خانۂ کعبہ کی تطہیر ضروری تھی مگر خدا تعالیٰ نے خصوصیت سے اُن لوگوں کو مخاطب فرمایا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے مکہ میں رہتے تھے کیونکہ اُس وقت وہی نسل تھی دوسرے لوگ مکہ میں نہیں تھے۔ اسی طرح جو لوگ قادیان میں رہتے ہیں یا کسی اور جگہ رہتے ہیں جس کو خدا تعالیٰ نے مقدس قرار دیا یا جہاں کے لوگوں نے دوسروں سے زیادہ ذمہ داری اُٹھائی ہوئی ہوتی ہے وہاں کے رہنے والوں پر دوسروں سے زیادہ ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ اور ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ خواہ وہ بوجھ سے دوسروں سے زیادہ دبے ہوئے ہوں، پھر بھی وہ زیادہ قربانیاں کریں اور زیادہ ایثار کے نمونے دکھائیں۔ پس میں تمام مساجد کے ائمہ، پریذیڈنٹوں اور سیکرٹریوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ جلد سے جلد چندہ تحریک جدید کے متعلق اپنے حلقوں کی فہرستیں مکمل کر کے دفتر میں بھجوا دیں مگر اس کیلئے کسی پر جبر نہ کیا جائے بلکہ اُنہی لوگوں کا نام لکھا جائے جو خوشی سے اپنے نام پیش کریں۔ میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ اس تحریک میں دوسرے پر جبر کرنا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ کسی کے ذمہ کوئی رقم مقرر کر دی جائے اور کہہ دیا جائے کہ اتنے روپوں کی ادائیگی اس پر فرض ہے۔ پس وہ بغیر لوگوں کو مجبور کرنے کے اپنے اپنے حلقوں کی فہرستیں مکمل کر کے جلد سے جلد بھجوا دیں۔ بعض محلوں نے

غالبًا فہرستیں مکمل کر لی ہوں گی مگر بعض محلے ابھی ایسے باقی ہیں جنہوں نے فہرستیں مکمل کر کے نہیں بھجوائیں۔ اِسی طرح میں لجنہ اماء اللہ کو پھر تحریک کرتا ہوں کہ جو کمیٹیاں صرف ایک آدمی پر مبنی ہوں اور وہ آدمی جب بیمار ہو تو کام رُک جائے وہ کمیٹیاں دنیا میں کبھی کامیاب نہیں ہؤا کرتیں۔ کامیاب ہونے والی وہی کمیٹیاں ہوتی ہیں جن کا انحصار آدمیوں پر نہیں ہوتا بلکہ ایک آدمی اگر مر جائے یا کام سے علیحدہ ہو جائے تو فوراً دوسرا آدمی اُس کی جگہ لینے کیلئے تیار ہو جائے۔ اور اگر دوسرا آدمی بھی مر جائے یا کام سے علیحدہ ہو جائے تو اُس کی جگہ لینے کیلئے ایک تیسرا آدمی تیار ہو۔ غرض زندہ قومیں اور محنت سے کام کرنے والے لوگ کسی ایک انسان سے اپنے آپ کو وابستہ نہیں رکھتے۔

صحابہؓ کو دیکھو جب رسول کریم ﷺ فوت ہوئے تو بعض صحابہؓ کو خیال آیا کہ اسلام کی اشاعت کا کام اب کس طرح چلے گا؟ اور بعض تو یہاں تک کہنے لگے کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ رسول کریم ﷺ فوت ہو گئے ہوں، وہ زندہ ہیں اور نہیں فوت ہو سکتے جب تک اسلام کامل طور پر دنیا میں نہ پھیل جائے۔ اُس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو مخاطب کر کے یہی کہا کہ اے مسلمانو! اسلام کا کام خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُاللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَیٌّ لَا يَمُوْتُ۔ یاد رکھو جو اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط رکھتا ہے اُسے یہ سن کر خوش ہو جانا چاہئے کہ ہمارا خدا زندہ خدا ہے۔ محمد ﷺ گو فوت ہو گئے ہیں لیکن ہمارا خدا زندہ ہے اور وہ کبھی فوت نہیں ہوسکتا۔ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ[2] لیکن جو اسلام سے اس لئے تعلق رکھتا تھا کہ گویا رسول کریم ﷺ کی وجہ سے ہی تمام زندگی ہے آپ فوت ہوئے تو یہ زندگی بھی جاتی رہے گی اُسے سن لینا چاہئے کہ رسول کریم ﷺ فوت ہو گئے اور اُس کا اسلام بھی ختم ہو گیا۔ تو انسانوں کے ساتھ کام کو وابستہ رکھنا بیوقوفی اور حماقت کی بات ہوتی ہے۔ آدمی پیدا ہوتے اور مرتے ہی رہتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کے کام برابر چلتے چلے جاتے ہیں۔ اور دراصل ہر زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی نسبت لوگ کہتے ہیں کہ یہ بہت بڑے سیاستدان ہیں، ہر زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی نسبت لوگ کہتے ہیں کہ یہ بہت بڑے جرنیل ہیں۔ ہر زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی نسبت لوگ کہتے ہیں کہ یہ بہت بڑے ڈاکٹر یا حکیم ہیں یہ مسیح الزمان ہو گئے ہیں۔ مگر پھر وہ سیاستدان بھی مرتے چلے جاتے ہیں، وہ جرنیل بھی مرتے چلے جاتے ہیں، وہ ڈاکٹر اور حکیم بھی جو مسیح الزماں کہلاتے ہیں مرتے چلے جاتے ہیں مگر سیاستوں کے اُلجھے ہوئے

مسائل پھر بھی حل ہوتے رہتے ہیں، فتوحات پھر بھی ہوتی رہتی ہیں، بیمار پھر بھی اچھے ہوتے رہتے ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ کسی بڑے سیاستدان کے مرجانے کے بعد سیاست کی پیچیدہ گتھیاں سُلجھنے سے رہ جائیں یا کسی بڑے جرنیل کے مرجانے کے بعد لڑائی میں ہمیشہ شکست ہوتی چلی جائے یا کسی مسیح الزمان کے مرجانے کے بعد بیمار اچھے نہ ہوتے ہوں بلکہ ہمیشہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک مسیح الزمان مرتا ہے تو دوسرا مسیح الزمان پیدا ہوجاتا ہے۔ ایک بادشاہ مرتا ہے تو دوسرا بادشاہ پیدا ہوجاتا ہے ایک سیاستدان مرتا ہے تو دوسرا سیاستدان پیدا ہوجاتا ہے۔ صرف قوم میں بیداری اور اپنے فرض کو پورا کرنے کا احساس ہونا چاہئے۔ پس انسانوں پر اپنے کاموں کا انحصار نہیں رکھنا چاہئے۔ میں دیکھتا ہوں اسی نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے باہر کی جماعتوں کو بھی غلطی لگ رہی ہے۔ چنانچہ بعض جماعتوں کے پریذیڈنٹ یا سیکرٹری جو سُست ہوتے ہیں یا خود اُن کی مالی حالت ایسی اچھی نہیں ہوتی کہ اس تحریک میں حصہ لے سکیں وہ خاموش بیٹھے رہتے ہیں اور ان کے خاموش بیٹھے رہنے کی وجہ سے ساری جماعت خاموش رہتی ہے اور نیک تحریکات میں حصہ لینے سے محروم رہتی ہے۔ لیکن جہاں کے پریذیڈنٹ اور سیکرٹری چُست ہوں وہاں کی جماعت کے افراد کی لِسٹیں فوراً مکمل ہوکر پہنچ جاتی ہیں۔ چنانچہ اِسی چندہ تحریک جدید کے متعلق گزشتہ دنوں میں نے بعض جماعتوں کو نصیحت کی تھی کہ وہ جلد بازی میں نامکمل فہرستیں نہ بھیجیں۔ ان جماعتوں سے میری مراد وہی جماعتیں تھیں جو ہوشیاری اور تیزی میں ایک دوسرے سے بڑھنا چاہتی تھیں۔ چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ ان جماعتوں کے چندہ میں ۲۵ فیصدی کی زیادتی ہوئی ہے۔ لیکن اب وہ جماعتیں رہ گئی ہیں جن کے پریذیڈنٹ اور سیکرٹری سُست ہیں۔ دفتر والے کہتے ہیں کہ ہم نے انہیں تحریکیں بھیج دیں مگر وہاں سے کوئی جواب نہیں آیا۔

میں نے گزشتہ سال بھی بتایا تھا کہ جس جگہ کی جماعت کے پریذیڈنٹ یا سیکرٹری سُست ہوں وہ مرکز سے جو تحریکات جائیں یا تو انہیں پڑھتے ہی نہیں اور اگر پڑھیں تو چُھپا دیتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں اگر جماعت کے دوسرے افراد کو بھی اِن تحریکات کا علم ہوگیا تو ہمارے حصہ نہ لینے کی وجہ سے ہمیں شرمندگی ہوگی۔ حالانکہ تحریک جدید کوئی جبری تحریک نہیں کہ اِس میں شرمندگی کا سوال ہو۔ مگر پھر بھی بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں جو اپنی کمزوری کو چھپا کر جماعت کو بدنام کرنا چاہتی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے زمانہ میں بھی بعض دفعہ مَیں نے خود دیکھا کہ پیکٹ کے پیکٹ قادیان سے باہر کی بعض جماعتوں کو بھیجے

جاتے اور وہاں بند کے بند ہی پڑے رہتے۔ ایسی جماعتوں کے پریذیڈنٹ اور سیکرٹری کو گو پہلی دفعہ مخاطب کر لینا چاہئے مگر جب معلوم ہو جائے کہ وہ اپنے کام میں سُست ہیں تو پھر پریذیڈنٹ اور سیکرٹری کو چھوڑتے ہوئے جماعت کے جو دوسرے افراد ہوں ان کو مخاطب کیا جائے۔ چنانچہ اب بھی بعض مقامات سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ اُن میں یہی لکھا ہے کہ ہمارے پریذیڈنٹوں اور سیکرٹریوں نے ہمیں کوئی تحریک نہیں کی ہمیں دوسرے ذرائع سے تحریک کا علم ہوُا اور اب ہم اس تحریک میں جو حصہ لے رہے ہیں یہ منفردانہ حصہ ہے۔ گویا ان پریذیڈنٹوں اور سیکرٹریوں کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کسی مکان کی بدررَو بند ہو جائے۔ جب کسی مکان کی بدر رَو بند ہو جائے گی تو تو پھر اس کے اندر جتنا پانی آئے گا اندر ہی رہے گا اور آہستہ آہستہ دیوار کو گرا دے گا۔

غرض پریذیڈنٹ اور سیکرٹری جو درمیانی واسطہ ہیں جب ان پر غفلت اور سُستی چھائی ہوئی ہوتی ہے تو جماعت کے دوسرے افراد پر بھی سُستی اور غفلت چھا جاتی ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بسا اوقات جو چُست لوگ ہوتے ہیں اُن کے دلوں پر بھی زنگ لگنا شروع ہو جاتا ہے اس لئے ایک طرف تو میں عہدیداروں کو توجہ دلاتا ہوں کہ جن پریذیڈنٹوں یا سیکرٹریوں نے انہیں جواب نہیں دیا اب دوبارہ وہ انہیں مخاطب نہ کریں بلکہ جماعت کے دوسرے افراد کو مخاطب کریں اور لکھیں کہ آپ کی جماعت کے پریذیڈنٹ اور سیکرٹری چونکہ خاموش ہیں اور انہوں نے اِس تحریک کا کوئی جواب نہیں دیا اس لئے ہم آپ کو مخاطب کرتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اس امر کی تصریح کر دیں کہ اس چندہ کیلئے ہرگز کسی کو مجبور نہ کیا جائے۔ ہاں تمہارا یہ فرض ہے کہ ہر مرد اور عورت تک یہ تحریک پہنچاؤ۔ اِس تحریک کے اغراض و مقاصد انہیں بتاؤ، اس کی اہمیت اور ضرورت ان کے ذہن نشین کرو اور پھر تمام حالات بتانے کے بعد ان سے پوچھو کہ آیا وہ اِس میں حصہ لے سکتے ہیں یا نہیں اگر کوئی شخص حصہ نہیں لے سکتا یا نہیں لیتا تو اس پر اصرار نہ کرو کہ تم اس میں ضرور حصہ لو۔ اور جو لوگ خوشی سے اپنا نام لکھائیں ان کے ناموں کی فہرست جلد سے جلد مکمل کر کے دفتر کو بھجوا دی جائے۔ اِس کے ساتھ ہی میں جماعتوں کے افراد کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں کے پریذیڈنٹ یا سیکرٹری سُست ہوں وہاں کی جماعت کے دوسرے افراد کو چاہئے کہ وہ اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ خدا تعالیٰ کے کام پریذیڈنٹوں اور سیکرٹریوں سے وابستہ نہیں ہوتے اور نہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کسی جماعت سے یہ پوچھے گا کہ تمہارا پریذیڈنٹ یا سیکرٹری کیسا تھا بلکہ وہ افراد

سے پوچھے گا کہ تم کیسے تھے۔ اگر کسی جگہ کا پریذیڈنٹ یا سیکرٹری سُست ہوگا اور اُن کی سُستی کی وجہ سے جماعت کے لوگ تحریک میں حصہ لینے سے محروم رہیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں معاف نہیں کرے گا بلکہ کہے گا کہ تم میں سے ہر شخص پریذیڈنٹ اور سیکرٹری تھا اور تمہارا فرض تھا کہ جب کوئی پریذیڈنٹ یا سیکرٹری سُستی میں مبتلا تھا تو تم خُود اس کی جگہ کام کرتے۔

پس جہاں جہاں میرا یہ خطبہ پہنچے اور جہاں جہاں جماعتوں کے پریذیڈنٹوں یا سیکرٹریوں نے تحریک جدید کو ہر مرد اور ہر عورت تک نہ پہنچایا ہو وہاں کی جماعت کے جس بندے کو بھی خدا تعالیٰ توفیق دے وہی کام شروع کر دے۔ خدا تعالیٰ کے حضور وہی پریذیڈنٹ اور وہی سیکرٹری شمار کیا جائے گا۔ پھر جن جماعتوں پر سُستی چھائی ہوئی ہے وہاں کی قریب جماعتوں کو چاہیئے کہ وہ ان کی سُستی کو دور کرنے کی کوشش کریں اور انہیں اس تحریک میں حصہ لینے پر آمادہ کریں۔ مثلاً اگر لاہور والے دیکھیں کہ قصور، امرتسر، شیخوپورہ یا فیروزپور کی جماعت چندوں کی ادائیگی میں سُستی دکھاتی ہے اور وہ اپنا کام کر کے وہاں جائیں تو وہ دُہرے بلکہ تہرے ثواب کے مستحق ہوں گے۔ یا شیخوپورہ، قصور، امرتسر اور فیروزپور کی جماعتوں کو معلوم ہو کہ لاہور اور گوجرانوالہ کی جماعتیں سُست ہیں اور وہ اپنی جماعت کے آدمی بھیج کر اُن کو چُست کریں تو یقیناً وہ دُہرے بلکہ تہرے ثواب کے مستحق ہوں گے۔ میرا اِس سے یہ مطلب نہیں کہ یہ جماعتیں سُستی کرتی ہیں میں نے صرف مثال کے طور پر چند نام لے دیئے ہیں۔ پس ہر جماعت کو چاہیئے کہ وہ اپنی جماعت سے قریب تر جماعت کو اگر سُستی اور غفلت میں مبتلا پائے تو اُس کی سُستی اور غفلت کو دور کرنے کی کوشش کرے۔

میں نے بارہا بتایا ہے کہ کوئی گھر اپنے ہمسایہ گھر کو آگ لگنے کے بعد محفوظ نہیں ہوتا۔ پھر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام مومن آپس میں ایسے ہی ہیں جیسے ایک جسم کے مختلف اعضاء تو کیسے ممکن ہے کہ ایک عضو میں بیماری ہو اور باقی جسم اس بیماری کی وجہ سے تکلیف نہ اُٹھائے۔ اگر زید، بکر، عمر اور خالد ہاتھ، کان، ناک اور پاؤں کی حیثیت رکھتے ہیں تو اسی طرح گوجرانوالہ، شیخوپورہ، قصور، دہلی اور راولپنڈی کی جماعتیں بھی ہاتھ، پاؤں، ناک، کان اور اُنگلیوں کی حیثیت رکھیں گی۔ پس یہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ جسم کا پاؤں یا ہاتھ یا کوئی اور عضو بیمار ہو اور سارا جسم اذیت نہ اُٹھائے۔ یقیناً جو بیماری ایک جگہ ہے وہ اپنا اثر دوسرے اعضاء پر بھی ڈالے گی۔ اسی لئے مومن کی صرف اِس بات پر تسلی نہیں ہوتی کہ

فلاں کام میں نے کرلیا بلکہ وہ یہ بھی دیکھا کرتا ہے کہ آیا میرے دوسرے بھائی نے بھی وہ کام کیا ہے یا نہیں اور وہ تسلی سے نہیں بیٹھتا جب تک سارے لوگ وہی کام نہ کرلیں۔ اسی طرح کسی ایک جماعت کو اس بات پر مطمئن نہیں ہو جانا چاہئے کہ اُس نے تحریک جدید میں حصہ لے لیا۔ بلکہ اسے اُس وقت تک اطمینان کا سانس نہیں لینا چاہئے جب تک ساری جماعتیں اِس میں حصہ نہ لے لیں۔

پس میں تمام دوستوں کو اِس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ جلد سے جلد وقتِ مقررہ کے اندر اپنی لسٹیں تیار کر کے بھجوادیں اور اگر انہوں نے اپنی لسٹیں مکمل کرلی ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ اپنی ہمسایہ جماعتوں کی لسٹوں کو مکمل کریں۔ اسی طرح جس شخص نے خود تو چندہ لکھوادیا ہے مگر اُس کے علم میں یہ بات ہو کہ جماعت میں بعض ایسے لوگ ابھی موجود ہیں جو اِس تحریک میں حصہ لے سکتے ہیں مگر انہوں نے حصہ نہیں لیا خواہ اپنی غفلت کی وجہ سے یا پریذیڈنٹ اور سیکرٹری کی سُستی کی وجہ سے تو وہ اخبار ''الفضل'' کے وہ پرچے جن میں تحریک جدید کے متعلق خطبات چھپے ہیں لے لے اور خود ایسے دوستوں کے گھروں میں جا کر انہیں سنائے تا کہ اگر کسی نے اپنی بیماری کی وجہ سے نہ کہ معذوری کی وجہ سے چندہ تحریک جدید میں حصہ نہیں لیا تو وہ اب حصہ لے لے تا اس کی بیماری میں کمی آجائے اور اس کا بدن تندرست ہو جائے۔ کیونکہ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں اور سب ایمانی جسم کا ایک حصہ ہیں۔

اِس کے بعد میں تحریک جدید کے ایک اور پہلو کے متعلق جس پر مولوی محمد علی صاحب نے گزشتہ ایام میں بعض اعتراضات کئے ہیں، کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ وہ پہلو تحریک جدید کے کارخانہ جات کا ہے جو بیکاروں اور یتیموں کو کام پر لگانے کے متعلق جاری کئے گئے ہیں۔ ان کارخانوں کے اجراء اور یتیموں اور غریبوں کو کام پر لگانے سے مولوی محمد علی صاحب کی رگِ حمیت اتنے جوش میں آئی ہے کہ ان کو یتیموں اور غریبوں کو کام سکھانا بے دینی نظر آنے لگ گئی ہے اور وہ کہتے ہیں اب قادیان میں دین کونسا باقی رہ گیا ہے۔ ان کے نزدیک جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم یتیموں اور بیکاروں کو کام سکھائیں گے تو اِس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ عام دنیاداروں کی طرح لوہار، ترکھان اور موچی بن جائیں گے اس لئے وہ کہتے ہیں جب لوگ لوہار، ترکھان اور موچی بن جائیں گے تو دین کی اشاعت کون کرے گا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھانے اور لوگوں کو حلقہ بگوشِ اسلام بنانے والا کون رہے گا۔

میں سمجھتا ہوں اوّل تو یہ اعتراض اِس لحاظ سے غلط ہے کہ ان کے نزدیک ہم اپنی تبلیغ اور جدوجہد سے لوگوں کو محمد ﷺ سے دور کررہے اور اصل اسلام سے لوگوں کو منحرف کررہے ہیں۔ پس اگر وہ لوگ جو محمد ﷺ کے دین سے لوگوں کو پھیرنے والے ہوں، دُنیوی کاموں میں مشغول ہو جائیں تو اس میں انہی کا فائدہ ہے اور اس پر اُنہیں تکلیف محسوس ہونے کی بجائے خوشی منانی چاہئے تھی۔ کیونکہ اگر یہ صحیح ہے کہ ہماری تبلیغی کوششیں دینِ اسلام پر حملہ ہیں ختم نبوت کی تشریح جو ہماری طرف سے پیش کی جاتی ہے اس میں رسول کریم ﷺ کی ہتک ہے اور ہمارا لوگوں کو اپنے اندر شامل کرنا انہیں اصل اسلام سے منحرف کرنا ہے تو پھر تو انہیں خوش ہونا چاہئے کہ اب اسلام کی ترقی کا ان کیلئے راستہ کُھل گیا ہے اور ہمارے دنیا میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے اسلام پر جو پہلے حملے ہؤا کرتے تھے اور ختم نبوت کو مٹانے کی جو کوششیں پہلے کی جاتی تھیں وہ اب نہیں ہؤا کریں گی اور اب بجائے تبلیغ کے ہم ترکھانے اور لوہارے کے کام میں مشغول رہا کریں گے۔

پس ہمارے ان کارخانوں کے اجراء اور یتیموں اور بیکاروں کے کام پر لگ جانے سے اوّل تو انہیں خوش ہونا چاہئے تھا کہ اب ان کا راستہ صاف ہو گیا۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ اس پُر انہیں تکلیف ہوئی۔ پس اوّل تو وہ ہمارے متعلق جو پُرانے زمانہ میں یہ کہا کرتے تھے کہ انہوں نے دین اسلام میں رخنہ ڈال دیا اور ان کی کوششوں نے لوگوں کو اسلام سے منحرف کر دیا اس کے مدنظر اب ہمارے کارخانوں کے اجراء اور بقول ان کے دنیا میں مشغول ہو جانے پر ان کا اعتراض کرنا درست معلوم نہیں ہوتا بلکہ انہیں خوش ہونا چاہئے تھا کہ فکر دور ہو گیا اور اب اسلام پر ایک جماعت جو حملہ کر رہی تھی اس میں کمی آنے کی امید ہو گئی۔ لیکن اگر حقیقت یہ نہیں بلکہ دل میں وہ یہی مانتے تھے کہ احمدی تبلیغِ اسلام کرتے ہیں صرف ظاہر میں وہ لوگوں کو دھوکا دینے اور ہماری طرف سے دنیا کو بدظن کرنے کیلئے کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ اسلام کے راستہ میں رُکاوٹیں ڈال رہے ہیں تو پھر بھی ان کا یہ اعتراض ان کے قلتِ تدبر اور دین اسلام سے ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے۔ ان کا اعتراض یہ ہے کہ ان کارخانوں کے جاری کرنے کی وجہ سے قادیان کے لوگ بے دین ہو گئے ہیں اسلام سے غافل ہو گئے ہیں اور اشاعتِ اسلام کا کام انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔ اس اعتراض پر میں جب بھی غور کرتا ہوں حیران ہوتا ہوں کہ کسی معقول انسان کی زبان پر یہ فقرہ آ کس طرح سکتا ہے۔ کیا کبھی بھی کوئی ایسی جماعت ہوئی ہے جس کے تمام افراد ہر قسم کے دُنیوی

کاموں سے الگ ہوکر صرف اشاعتِ اسلام میں لگے ہوئے ہوں۔ یا کوئی ایسا انتظام ہؤا ہے جو دنیا کی اصلاح کے تمام کاموں سے جُدا ہوکر صرف تبلیغ میں لگا ہؤا ہو۔ ہر واقف کار آدمی جانتا ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ رسول کریم ﷺ کے صحابہؓ بھی اپنی روٹی کمانے کیلئے کام کیا کرتے تھے اور خود رسول کریم ﷺ انہیں محنت سے روزی کمانے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ ان میں تاجر بھی تھے، صناع بھی تھے، پیشہ ور بھی تھے، اہلِ حرفہ بھی تھے، ہر قسم کے لوگ تھے جو محنت کرتے تھے، مزدوری کرتے تھے اور اپنے پیٹ پالتے تھے اور اپنی آمد سے دین کی خدمت کرتے تھے۔ اور خود رسول کریم ﷺ نہ صرف یہ کہ ان کے اس طرح دُنیوی کاموں میں مشغول ہونے کو برا نہ مناتے تھے بلکہ اس طرح رزقِ حلال کمانے کو پسند فرماتے اور اس کی طرف انہیں رغبت دلاتے رہتے تھے۔ پھر اسلامی نظام صرف لوگوں کو کلمہ ہی نہیں پڑھاتا تھا بلکہ دُنیوی کام بھی سکھاتا تھا۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے بدر کے کفار قیدیوں میں سے بعض کیلئے آزادی کا فدیہ ہی یہ مقرر کیا تھا کہ مدینہ کے لڑکوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں۔ یہ ظاہر بات ہے کہ مکہ کے کفار سے آنحضرت ﷺ نے یہ تو کہا نہیں ہوگا کہ اسلام کے معارف لوگوں کو پڑھاؤ۔ وہ کمبخت جو خود اسلام نہ جانتے تھے مدینہ کے لوگوں کو اسلام کیا سکھاتے۔ اُن سے آخر یہی مطالبہ ہوگا کہ دُنیوی علوم اور ظاہری لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ پس نظامِ اسلامی بھی اس قسم کے کاموں سے بے رغبتی نہیں برت سکا۔ ہم لوگ جن کی بے رغبتی کا ماتم کرنے کیلئے مولوی محمد علی صاحب کھڑے ہوئے ہیں، اس سے پہلے ہماری جماعت بھی تو ساری کی ساری دن رات اشاعتِ دین میں مشغول نہ رہتی تھی۔ کیا ہم میں ایسے لوگ موجود نہیں تھے جو اپنی روٹی کمانے کیلئے کالجوں میں پروفیسر یا سکولوں میں اساتذہ تھے؟ یا کیا ہم میں وہ لوگ موجود نہیں تھے جو اپنی روٹی کمانے کیلئے لوہارے کا کام کیا کرتے تھے؟ یا کیا ہم میں وہ لوگ موجود نہیں تھے جو اپنی روٹی کمانے کیلئے درزی کا کام کرتے تھے؟ یا کیا ہم میں وہ لوگ موجود نہیں جو اپنی روٹی کمانے کیلئے ڈاکٹری کا پیشہ کرتے تھے؟ یا کیا ہم میں وہ لوگ موجود نہیں جو اپنی روٹی کمانے کیلئے انجینئرنگ کا کام کرتے تھے؟ یا کیا ہم میں وہ لوگ موجود نہیں تھے جن میں سے کوئی اپنی روٹی کمانے کیلئے پٹوار کی ملازمت اختیار کئے ہوئے تھا، کوئی تحصیلدار تھا، کوئی ای۔اے۔سی تھا، کوئی زمیندارہ پر گزارہ کرتا تھا؟ پھر کونسا معقول انسان ہے جو یہ کہہ سکے کہ ہم میں لاکھوں آدمی اپنی روٹی کمانے کیلئے مختلف کام کرتے رہے لیکن ہماری دین سے بھی بے رغبتی ثابت نہ ہوئی۔ لیکن جونہی سلسلہ نے یہ فیصلہ کیا کہ جماعت کے

یتیم اور مسکین بچوں کو بھی مختلف پیشے سکھائے جائیں تا کہ وہ آوارہ نہ پھریں اور بیروزگار رہ کر تکلیف نہ اُٹھائیں ہماری جماعت فوراً بے دین بے رغبت ہوگئی اور ہمارے دین کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ گویا جب تک ہم میں سے بعض اپنے نفس کیلئے روٹی کماتے رہے اُس وقت تک تو مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک ہم دین دار تھے لیکن جب ہم نے یہ کوشش شروع کی کہ ہم اپنے ہنر یتیموں اور مسکینوں کو بھی سکھائیں تو فوراً بقول مولوی محمد علی صاحب ہمارے ایمان کا دیوالیہ نکل گیا اور ہم دنیا میں مشغول ہو گئے اور وہ شکایت کرنے لگ گئے کہ اب قادیان میں دین کہاں رہ گیا، اب تو بے دینی آ گئی ہے۔ گویا ان کے نزدیک دینِ اسلام نام ہے یتیموں کو بُھوکا مارنے اور بیکاروں کو ہمیشہ بیکار رکھنے کا۔ اور جب کسی قوم میں یتیموں کو کام پر لگانے کا جذبہ پیدا ہو جائے یا بیکاری کو دور کرنے اور غریبوں کو ہُنر سکھانے کا اسے خیال آئے، اُسی دن سے وہ بے دین بن جائے گی۔ ایک زمیندار اگر سارا دن اپنے زمیندارہ کے کام میں لگا رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر وہ کسی غریب لڑکے کو زمیندارہ کا کام سکھا دیتا ہے تو بے دین بن جاتا ہے۔ یہ دین کی ایک ایسی اصطلاح ہے کہ غالباً مولوی محمد علی صاحب ہی اِس کے موجد ہیں۔ نہ کسی عقلمند آدمی کو اس سے پہلے یہ اصطلاح سُوجھی ہے اور نہ شاید اب کسی عقلمند آدمی کی سمجھ میں یہ اصطلاح آئے۔ پھر عجیب بات یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب سے تعلق رکھنے والے لائل پور میں بعض کارخانہ دار ہیں جنہیں اپنی قسم کے کارخانہ والوں کا بادشاہ قرار دیا جاتا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب ان سے چندے بھی وصول کرتے ہیں ان کی بڑی بڑی رقموں پر انہیں شاباش بھی دیتے ہیں مگر ان کے کارخانوں میں بے دینی کی کوئی علامت انہیں نظر نہیں آتی غالباً اس لئے کہ لائل پور کے لوگ اپنی ذات کیلئے کماتے ہیں۔

پس مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک اپنی ذات کیلئے کمانے میں کوئی حرج نہیں لیکن جب ہم کسی یتیم، غریب اور بے کس کیلئے کمائیں تو دین میں فتور آ جاتا ہے۔ ہمارے کارخانے چونکہ اپنے ذاتی مفاد کیلئے نہیں بلکہ ان کے قائم کرنے کی غرض یہ ہے کہ یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کی جائے اور انہیں کام مہیا کر کے دیا جائے جس سے وہ اپنی روزی کما سکیں اس لئے ان کے نزدیک قادیان کی جماعت احمدیہ دین اسلام سے بالکل بے رغبت ہوتی چلی جاتی ہے اور اشاعتِ اسلام کا کام اس نے بند کر رکھا ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر لطیفہ یہ ہے کہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور مربعے خریدتی اور انہیں اپنے استعمال میں لاتی ہے اور اس سے دین کی اشاعت میں فرق نہیں آتا۔ لیکن اگر غریب کو پیشہ سکھا دیا

جائے تو اس سے دین کی طرف سے پوری بے رغبتی ہو جاتی ہے اور اشاعتِ اسلام میں فوراً فرق آ جاتا ہے۔ اگر مولوی محمد علی صاحب کتابیں لکھیں، انہیں بیچیں اور ان کی آمد اپنی ذات پر خرچ کریں تو یہ عین دین ہے۔ لیکن اگر میاں نذر محمد مستری غریبوں اور یتیموں کو کام سکھلائیں اور میری یا کسی اور کی نگرانی میں کام ہو تو یہ بے دینی ہے۔ گویا جب کارخانوں کی آمد یا کتابوں کی آمد یا بعض اور آمدنیاں مولوی محمد علی صاحب کے پاس جائیں تو یہ دین ہے لیکن جس دن وہ آمد کسی بیوہ کو ملنے لگے اُسی دن سے اشاعت اسلام کے کام میں رُکاوٹ پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ میں اگر کتابیں لکھ کر سلسلہ کو دے دوں اور اس کی آمد بھی سلسلہ کے مفاد کیلئے ہی خرچ ہو تو یہ میری غفلت اور بے ایمانی لیکن اگر مولوی محمد علی صاحب کتابیں لکھ کر خود نفع کمائیں تو یہ دین کی خدمت اور اسلام کی اشاعت۔ لائل پور والے اگر کارخانے جاری کریں اور بڑی بڑی رقمیں مولوی محمد علی صاحب کو بھجوائیں تو یہ جائز لیکن اگر قادیان میں غرباء کیلئے کارخانے جاری کر دیئے جائیں تو دین میں فرق آ جاتا ہے، حالانکہ اسلام نام ہی ہے ہر قسم کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا۔ جیسا کہ میں اوپر اشارہ کر آیا ہوں بدر کی جنگ کے بعد جب قیدی آئے تو رسول کریم ﷺ نے اُن قیدیوں سے فرمایا کہ ہم تم سے کوئی فدیہ نہیں لیتے تم مدینہ کے بچوں کو پڑھا دیا کرو۔ وہ قیدی آخر انہیں قرآن نہیں پڑھاتے تھے، یہی لکھنا پڑھنا سکھاتے تھے اور لکھنا پڑھنا بھی ویسا ہی کام ہے جیسے لوہارا یا ترکھانا۔ پھر اگر اپنے سکول جاری کرنے سے دین کی خدمت کا جذبہ کم نہیں ہوتا تو ترکھانے یا لوہارے کا کام سکھانے سے دین کی خدمت کا جذبہ کیوں کم ہو جاتا ہے۔ اس کا تو یہ مطلب ہے کہ ہم اگر کسی کو الف ب پڑھائیں تو یہ دین کی اشاعت ہے اور اس سے اسلام میں کوئی فرق نہیں آ سکتا لیکن اگر ہم کسی یتیم کو پیشہ سکھا دیں تو اِس سے دین میں فرق آ جاتا ہے۔

چند دن سے غیر احمدی اخباروں میں شائع ہو رہا ہے کہ جرمن کی غیر مبائعین کی مسجد میں بعض دفعہ ٹکٹ کے ذریعہ سے داخلہ ہوتا ہے اس بارہ میں غیر احمدی اخباروں میں بار بار چیلنج شائع ہوتے رہے ہیں لیکن غیر مبائعین نے اِس کی کوئی تردید نہیں کی۔ پھر سوال یہ ہے کہ اگر ایک مذہبی لیکچر کے بدلہ میں پیسے وصول کرنے سے اشاعتِ اسلام میں فرق نہیں آتا تو بُوٹ یا کُرسی بنا کر اگر پیسے لئے جائیں اور وہ غرباء پر خرچ کئے جائیں یا اشاعتِ اسلام پر خرچ کئے جائیں تو اس سے اشاعت اسلام میں فرق کیوں آ جاتا ہے۔

پھر یاد رکھو کہ اسلام نام ہے زندگی کے تمام شعبوں کو درست رکھنے کا۔ رسول کریم ﷺ نے

یہاں تک فرمایا ہے کہ جو شخص سڑک پر چلتے ہوئے راستہ سے کنکر، پتھر اور کانٹے وغیرہ ہٹا کر ایک طرف کر دیتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حضور ثواب کا مستحق ہوتا ہے[۳]۔ مگر اِس حدیث کو دیکھ کر کوئی نہیں کہتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صفائیوں میں لگا دیا اور اشاعتِ اسلام کی طرف سے ان کی توجہ کو پھرا لیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ صحابہؓ کو حکم دیتے کہ کُتّے مارو۔ چونکہ آوارہ کُتوں کی کثرت کی وجہ سے خدشہ ہوتا ہے کہ وہ دیوانے ہو جائیں اور لوگوں کو نقصان پہنچے اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ صحابہؓ کو کُتّے مارنے کا حکم دے دیتے مگر کبھی کسی نے نہیں کہا کہ اشاعتِ اسلام سے اس طرح لوگوں کی توجہ پھرا لی گئی ہے۔ جو وقت کتوں کے مارنے پر صرف ہوگا وہی وقت تبلیغ میں کیوں نہ صَرف کریں۔ پھر حدیثوں میں اور صحیح حدیثوں میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو تیر اندازی اور نیزہ بازی کی مشق کراتے اور بعض دفعہ خود بھی اس میں شامل ہوتے۔ اگر یہی بات درست ہے کہ جماعت کے کسی فرد کو لوہارے یا ترکھانے کا کام سکھانے سے دین میں فرق آجاتا ہے تو کیوں یہ نہ سمجھا جائے کہ جتنی دیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو نیزہ بازی یا تیر اندازی کراتے، اتنی دیر دین میں فرق آیا رہتا تھا۔ بلکہ بخاری میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے فرمایا، عائشہؓ! آتُو بھی نیزہ بازی کے کرتب دیکھ[۴]، یہ نہیں کہا کہ میں تو نیزہ بازی کے کرتب دیکھتا ہوں اور تم ذرا تبلیغ کر آؤ۔ پھر کیا مولوی محمد علی صاحب کہہ سکتے ہیں کہ وہ کسی چائے کی پارٹی یا دعوت میں کبھی شامل نہیں ہوئے؟ یا کیا وہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کسی دوست سے کبھی ملنے نہیں گئے یا کہہ سکتے ہیں کہ وہ کسی بیمار کی عیادت کیلئے کبھی نہیں گئے یا کیا وہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کہیں سیر کیلئے کبھی نہیں گئے اگر نہیں کہہ سکتے تو انہوں نے اِن وقتوں کو تبلیغِ اسلام میں کیوں صرف نہیں کیا اگر کسی دعوت میں کیک اور پیسٹری اُڑانے اور پلاؤ اور زردہ کھانے کے باوجود ان کی اشاعتِ اسلام میں فرق نہیں آتا تو چند یتیموں اور نادار بچوں کو نجاری یا آہن گری کا کام سکھلانے پر ہمارے دین میں کس طرح فرق آجاتا ہے اور ہم ان کی نگاہ میں کیوں بے دین بن جاتے ہیں۔ یہ تو اصل میں تُھو کھٹے والی بات ہے۔

ہر کام جو میں نے آج تک کیا اُس پر انہوں نے اعتراض کیا مگر پانچ دس سال کے بعد جب دیکھتے ہیں کہ ہمارا اعتراض لوگوں کو بھول گیا ہوگا تو وہی کام خود شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ہے ہماری قوم کی ترقی جو اِس نے تھوڑی سی مدت میں کر لی۔ بلکہ ایک مدت کے بعد تو الفاظ بھی وہی لکھنے لگ

جاتے ہیں جن پر پہلے اعتراض کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کا بڑا اعتراض یہ تھا کہ ہم لوگ خلافت کے قائل ہیں۔ مگر اب ایک دوست نے ان کا ایک خط بھجوایا ہے جو غیر علاقہ کے کسی آدمی کو ان کی انجمن کے سیکرٹری نے لکھا اور جس میں مولوی محمد علی صاحب کے متعلق ''حضرت خلیفۃ المسیح امیر ایدہ اللہ'' کے الفاظ تحریر کئے ہیں۔ دیکھو! یا تو کبھی خلافت پر اعتراض کئے جاتے تھے یا اپنے خطوط پر چوری چُھپے مولوی محمد علی صاحب کے متعلق خلیفۃ المسیح لکھا جانے لگ گیا ہے۔ یہ خط جو غیر مبائعین کا پکڑا گیا ہے، اِس کے نیچے سیکرٹری کے طور پر غلام نبی مُسلم کا نام لکھا ہوا ہے۔

غرض جو کام میں کرتا ہوں اس پر یہ لوگ پہلے اعتراض کرتے ہیں مگر پانچ دس سال کے بعد انہی کاموں کی نقل شروع کر دیتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب یہ کہتے تھے کہ وصیت میں کیا رکھا ہے، کیا اسی زمین میں داخل ہو کر انسان جنتی بن سکتا ہے، اس کے علاوہ جنتی نہیں بن سکتا۔ وہ زمانہ مَیں نہیں بُھول سکتا جب اِن لوگوں نے بہشتی مقبرہ کے پاس کچھ زمین خریدی تو کسی نے اِن سے پوچھا کہ آپ تو بہشتی مقبرہ پر اعتراض کیا کرتے تھے اور اب خود بہشتی مقبرہ کے طور پر ایک زمین خرید لی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو وہ کہنے لگے یہ اُلّوؤں کو تسلی دینے کیلئے خریدی گئی ہے یعنی بعض اُلّو ایسے بھی ہیں کہ جب تک بہشتی مقبرہ کے پاس قبروں کیلئے کوئی جگہ نہ ہو اُنہیں تسلی نہیں ہوتی۔ اس دوست نے وہ بات آگے بیان کی پھر اور لوگوں میں مشہور ہوئی یہاں تک کہ ہوتے ہوتے ہماری جماعت میں پیغامیوں کے مقبرہ کا نام ہی اُلّوؤں کا مقبرہ ہو گیا۔ غرض انہوں نے وصیتوں پر تمسخر اُڑا دیا، اپنی وصیتیں واپس لے لیں، حتّٰی کہ مولوی محمد علی صاحب نے اپنی وصیت منسوخ کرائی۔ مگر آج بیس بائیس سال کے بعد اپنے جلسہ سالانہ میں مولوی محمد علی صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا میں اپنے گناہ کا نہایت ندامت کے ساتھ اقرار کرتے ہوئے اشاعت اسلام کیلئے وصیت کرتا ہوں گویا اب وصیت کرنا نیک کام بن گیا۔ فرق صرف یہ ہے کہ ان کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقرر کردہ بہشتی مقبرہ کیلئے وصیت کرنے والا ان الفاظ کا مستحق ہے جو انہوں نے کہے لیکن جو لاہور کی انجمن اشاعتِ اسلام کیلئے وصیت کرے وہ بڑی نیکی کا کام کرتا ہے۔

مجھے حیرت آتی ہے کہ ایک معقول انسان، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صُحبت میں رہنے والا انسان، اسلام پر کتابیں لکھنے والا انسان، ایک انجمن کا پریذیڈنٹ کہلانے والا انسان جس کے خطوں میں اب چوری چُھپے خلیفۃ المسیح کے الفاظ بھی لکھے جا رہے ہیں، اُس نے یہ کیونکر کہہ دیا کہ چونکہ

قادیان میں اب بعض ایسے کارخانے کُھل گئے ہیں جن میں یتیموں اور غریبوں کو کام کرنا سکھلایا جاتا ہے۔ اس لئے یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ قادیان کے لوگ بے دین ہوگئے۔ گویا جو بیواؤں کو بُھوکا رکھیں، جو یتیموں کو بُھوکا ماریں، جو غریبوں کو بُھوکا ماریں وہ تو دین دار مگر جو ان کی آسائش اور سہولت کیلئے کوئی کام نکالیں وہ بے ایمان اور اشاعتِ اسلام کے کام سے منحرف۔ مگر میں مولوی محمد علی صاحب سے یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ابھی زیادہ دن نہیں گزریں گے کہ وہ خود اِسی قسم کے کام کرنے پر مجبور ہوں گے۔ یہ ایام خواہ ان کی زندگی میں آئیں یا اِن کی اولادوں کی زندگی میں بہرحال زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ وہ خود اسی قسم کے کام کریں گے جس قسم کے کاموں پر وہ آج ہم پر اعتراض کر رہے ہیں۔ وہ بیشک میرا یہ خطبہ اپنے اخبار میں چھاپ دیں تا آئندہ نسلوں کیلئے سند رہے کہ میں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ایک دن ان کی انجمن یہی کام کرنے پر مجبور ہوگی۔ اگر یہ بات درست ثابت ہوئی تو اِن کی نافہمی ان کی نسلوں پر ثابت ہوگی اور اگر درست نہ نکلی تو میرا جھوٹ ثابت ہوگا۔

ایک دوسری صورت بھی میں ان کے سامنے پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر وہ یہ اعتراض دیانت داری سے کر رہے ہیں تو وہ اپنی طرف سے چوکھٹوں میں یہ الفاظ لکھ کر شائع کر دیں کہ اگر کبھی ہماری جماعت نے صنعتی مدرسے جاری کئے یا بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کی اور انہیں کوئی ہُنر اور پیشہ سکھانے کے لئے کوشش کی تو یہ سخت بے دینی ہوگی پھر وہ خود بخود دیکھ لیں گے کہ اگلی نسلیں ان پر لعنتیں کرتی ہیں یا نہیں کرتیں۔ اور اگر وہ کہیں کہ اگر ایسی ہی بات ہے تو پھر اور بھی بیسیوں کام ہیں وہ تم کیوں نہیں کرتے یا اس سے پہلے کیوں ایسے کام جاری نہیں کئے تھے؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ ہر کام کا وقت ہوتا ہے جب تک ہمارے آدمی تھوڑے تھے اور اُن کو کام پر لگانے کیلئے ایسے اخراجات اِسراف میں داخل تھے ہم نے یہ کام شروع نہیں کئے اور جب ہماری تعداد زیادہ ہوگئی اور بیکاری بڑھ گئی اور سکھانے کا خرچ اِسراف نہ رہا، ہم نے یہ کام جاری کر دیئے۔ اب اگر ہمارے پاس مزید طاقت ہو تو ہم یقیناً اور پیشے بھی سکھانے کیلئے جماعت میں کارخانے جاری کر دیں گے۔ بلکہ اگر ہمارے اندر طاقت ہو تو میں تو اپنی جماعت کے افراد سے یہی کہوں گا کہ ہو سکے تو ہوائی جہاز بنانے سیکھو، جہاز بنانے سیکھو، کشتیاں بنانی سیکھو اور ان کے ذریعہ اگر غریبوں اور یتیموں کی امداد کر سکتے ہو تو کرو اور بیکاروں کو کام پر لگاؤ۔ کام کرنا بے دینی نہیں دین چھوڑ کر کام کرنا بے دینی ہوتا ہے یا اپنی آمد کو عیاشی پر خرچ کرنا بے دینی ہوتا ہے ورنہ

کام کرنا جبکہ اس کے ساتھ دین کی محبت اور دین کیلئے قربانی شامل ہو خود دین ہے۔ پس ایسے کارخانے جاری کرنے میں کوئی حرج نہیں جن کے ذریعہ غرباء کی امداد کی جاسکے۔ ہاں اگر ہم کارخانے اس لئے جاری کریں کہ امراء اپنی دولت میں بڑھ جائیں تو یہ بیشک ناجائز کام ہوگا لیکن ہمارا مقصد تو ان کارخانوں کے اجراء سے دولتمندوں کو دولت میں بڑھانا نہیں بلکہ یہ ہے کہ یتیم اور غریب لڑکے ہُنر سیکھ جائیں اور وہ اپنی روزی خود کماسکیں۔ یا مثلاً لجنہ اماء اللہ کو ہم نے روپیہ دیا کہ غریب عورتوں کو اِس سے سُوت وغیرہ لے دے تاکہ وہ کام کریں اور اس کام کے بدلے میں انہیں ضروریات کیلئے مناسب معاوضہ دیا جائے تو اِس قسم کے کام نہ صرف یہ کہ ناجائز نہیں بلکہ عین دین ہیں اور قومی ترقی کیلئے ضروری ہیں۔ پھر ان کارخانوں کے اجراء سے جن میں یتیم بچوں کو ترکھانے اور لوہارے کا کام سکھایا جاتا ہے یہ بھی غرض ہے کہ ان بچوں کو ساتھ کے ساتھ دین کی تعلیم بھی ملے۔ چنانچہ ان صنعتی سکولوں میں دینیات کی تعلیم بھی شامل کی گئی ہے۔ پس یہ تو عین خیرخواہی اور اسلام ہے اور اگر ہم نے اب تک اس کام کو شروع نہیں کیا تھا تو اس لئے نہیں کہ ہمیں یہ کام پسند نہیں تھا بلکہ اس لئے کہ ہم میں طاقت نہیں تھی۔ اور جن کاموں کو ہم اب نہیں کررہے وہ بھی اس لئے نہیں چھوڑے ہوئے کہ ہم انہیں پسند نہیں کرتے بلکہ اس لئے چھوڑے ہوئے ہیں کہ ہم میں ان کے کرنے کی طاقت نہیں۔ اور ان کے سکھانے پر جو خرچ ہوگا وہ فائدہ سے زیادہ ہوگا۔ ہاں جیسا کہ میں نے بتایا ہے اگر ہم ایسے کارخانے جاری کریں جن کی غرض یہ ہو کہ امراء کی دولت بڑھتی چلی جائے تو یہ ناجائز ہوگا۔ لیکن یہ کارخانے تو محض غرباء کی ہمدردی اور ان کی آئندہ زندگی کو سنوارنے کیلئے جاری کئے گئے ہیں اور یہ بہت بڑے ثواب کا موجب اور عین دینِ اسلام کی تعلیم کے مطابق ہے۔ سارا قرآن کریم انہی باتوں سے بھرا پڑا ہے کہ غریبوں کی مدد کرو اور اُن کی ہمدردی اور خیرخواہی کرو۔ کیا دنیا میں ہزاروں دفعہ ہم ایسا نہیں کرتے کہ ہمارے سامنے کوئی غریب آتا ہے اور ہم اُسے پیسہ نکال کر دیتے ہیں۔ اب کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ایک غریب شخص کو پیسہ دے دینا تو دینداری اور نیکی ہو لیکن اگر ہم اسے کوئی پیشہ سکھا دیں جس سے وہ ہمیشہ روٹی کھا سکے تو یہ ناجائز ہو جائے۔ ہمارے گھر میں اگر سال بھر کا غلہ پڑا ہوا ہے اور غریب بُھوکا مر رہا ہے تو یہ جائز لیکن اگر ہم غریب کو کوئی ایسا ہُنر سکھا دیں جس سے وہ ہمیشہ کیلئے اپنی روزی آپ پیدا کرسکے تو یہ بے دینی بن جائے!!

اصل بات یہ ہے کہ یہ اعتراض محض حسد کا نتیجہ ہے اور اِس کی وجہ ان کی یہ جلن ہے کہ خود

انہوں نے اس کام کو پہلے شروع کیوں نہیں کیا۔ اب چونکہ وہ ان کاموں کو خود ہم سے پہلے شروع نہیں کر سکے اس لئے حسد میں آکر ہمارے کاموں کو بے دینی پر محمول کرنے لگ گئے ہیں۔ لیکن پانچ دس سال نہیں گزریں گے کہ وہ خود یہی کام کرنے لگ جائیں گے اور اُس وقت اِس کا نام ایمانداری اور نہایت اعلیٰ درجہ کی اسلامی خدمت رکھیں گے اور اگر انہوں نے پانچ دس سال کے بعد کوئی ایسا کارخانہ جاری کر دیا جو ہمارے ہاں نہ ہؤا تو پھر تو وہ ہمیشہ ہماری جماعت کے افراد پر یہ طنز کرتے رہیں گے کہ دیکھا ہم کیسے منظّم ہیں ہم نے وہ کارخانے جاری کر رکھے ہیں جو تمہارے ہاں جاری ہی نہیں۔

پس یہ محض تھوکھٹے والی بات ہے چونکہ انہوں نے آپ اس کام کو ابھی تک شروع نہیں کیا اس لئے یہ بات بُری ہوگئی۔ مگر مومن اعتراضات سے نہیں ڈرا کرتا۔ مومن کا کام یہ ہے کہ وہ بیکار نہ رہے اور جماعت کا کام یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ بیکاری اپنے اندر سے دور کرنے کی کوشش کرے۔ ہم اپنے اندر سے جتنی بیکاری اِس وقت معذوری کی وجہ سے دور نہیں کر سکتے اِس کے متعلق ہم خدا تعالیٰ کے حضور بَری ہیں لیکن اگر ہم بیکاری کو دور کر سکتے ہوں اور پھر اپنی غفلت کی وجہ سے بیکاری دور نہ کر سکیں تو یقیناً ہم خدا تعالیٰ کے حضور مجرم ہوں گے۔ کیونکہ مومن کا بیکار رہنا خدا تعالیٰ کبھی پسند نہیں کرتا۔ لیکن چونکہ تمام لوگ صرف ایک ہی کام یعنی دین کی خدمت نہیں کر سکتے اس لئے ضروری ہے کہ ایک حصہ دنیا کے کاموں پر لگا ہؤا ہو۔ قرآن کریم میں ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ تم سارے کے سارے دینِ کی خدمت کیلئے اپنے آپ کو وقف کر سکو اس لئے ہر جماعت میں سے کچھ لوگ ایسے ہونے چاہئیں جو کُلّی طور پر دین کی خدمت کیلئے وقف ہوں اور جو باقی رہ جائیں وہ اپنے کام کے ساتھ ساتھ لوگوں کو تبلیغ کرتے جائیں۔ اگر کوئی ترکھان ہو تو وہ ترکھانے کے کام کے ساتھ تبلیغ بھی کرتا جائے اگر لوہار ہو تو لوہارے کے کام کے ساتھ تبلیغ بھی کرتا جائے، اگر درزی ہو تو درزی کے کام کے ساتھ ہی تبلیغ بھی کرتا رہے اور اگر موچی ہو تو موچی کے کام کے ساتھ ہی تبلیغ بھی کرتا رہے۔

پس ساری جماعت کبھی بھی تبلیغ میں نہیں لگ سکتی اور اسلامی تعلیم یہی ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہونے چاہئیں جو کُلّی طور پر دین کیلئے وقف ہوں اور جو باقی ہوں وہ روپیہ کمائیں اور زائد وقت تبلیغِ اسلام پر صَرف کریں۔ اگر خدا تعالیٰ ہمیں اِس کام میں جو ہم نے شروع کیا ہے کامیاب کر دے تو غریبوں اور یتیموں کی کتنی بڑی مدد ہو سکتی ہے۔ اگر اِس کے نتیجہ میں سَو پچاس یتیم اور غریب بھی فاقہ زدگی

سے بچ جائیں اور اپنی بچی ہوئی کمائی چندوں کیلئے دے دیں تو کتنی بڑی دین کی خدمت ہوگی ۔ اگر ایک یتیم کو روٹی دے دینا بڑی خوبی کی بات ہے، اگر ایک یتیم کو پیسے دے دینا بڑی خوبی کی بات ہے تو ایک یتیم اور بیکس کو ہُنر سکھا دینا جس سے وہ ساری عمر روٹی کما سکے کیوں نیکی کی بات نہیں ۔ اور اگر کام سیکھ کر وہ اس قابل بن جائے کہ نہ صرف خود اپنا پیٹ پالے بلکہ چندہ بھی دے تو یہ اور بھی زیادہ اچھی بات ہے اور میں نے تو سکیم ہی ایسی رکھی ہے کہ دین سیکھنے کے کام بھی اس میں شامل ہیں ۔ چنانچہ ان سکولوں میں قرآن شریف پڑھایا جاتا ہے اور دین کی بعض اور کتابیں بھی پڑھائی جاتی ہیں تا کہ جب یہاں سے ترکھان نکلیں تو صرف ترکھان نہ ہوں بلکہ مولوی ترکھان ہوں اور یہاں سے لوہار نکلیں تو صرف لوہار نہ ہوں بلکہ مولوی لوہار ہوں اور موچی نکلیں تو صرف موچی نہ ہوں بلکہ مولوی موچی ہوں ۔

پس یہ تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ والی بات ہے کہ نہ صرف یہ کہ وہ ساری عمر کیلئے روٹی کما سکتے ہیں بلکہ وہ دینی معلومات بھی رکھتے ہوں گے اور مخالفین کو تبلیغ بھی کر سکیں گے ۔ ایسے مُفت کے مولوی مل جانا اور ایسے مُفت کے مولوی تیار کرنا دین کی سب سے بڑی خدمت ہے ۔ بھلا کونسی ایسی جماعت ہے جو ہماری جماعت کی طرح غریب ہو اور پھر وہ ہزاروں مبلّغ رکھ سکے ۔ زیادہ سے زیادہ پچاس سَو کو ملازم رکھا جا سکتا ہے مگر تبلیغ کیلئے تو ہزاروں مبلغ چاہئیں اور وہ ہزاروں اسی طرح میسر آ سکتے ہیں کہ پیشے سکھانے کے ساتھ ساتھ انہیں دین کی بھی واقفیت کرائی جائے تا جب وہ مسجد میں جائیں تو واعظ بن جائیں، جلسوں میں جائیں تو مبلغ بن جائیں اور دُکان میں جائیں تو لوہار اور ترکھان بن جائیں ۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی آج دین کو ضرورت ہے ۔ اگر یہ بے دینی ہے تو خدا کرے یہ بے دینی اور بھی ہمیں میسر آئے اور مولوی محمد علی صاحب دعا کریں کہ یہ بے دینی اُن کی قوم کو کبھی میسر نہ آئے ۔

پس مَیں دوستوں کو مولوی محمد علی صاحب کے اِس اعتراض کی طرف توجہ دلاتے ہوئے پھر کہتا ہوں کہ اپنے اندر سے بیکاری دُور کرو ۔ ہم نے یہاں جو کام شروع کیا ہے وہ محدود پیمانہ پر شروع کیا ہے لیکن اگر مختلف پیشہ ور قربانی کریں اور وہ اپنے اپنے گاؤں کے غریبوں ، یتیموں اور ناداروں کو اپنے ساتھ شامل کر کے انہیں پیشہ سکھا دیں یا کسی نادار بیوہ یا بیکار بوڑھے کے بچے کو لے لیں اور اُسے ہُنر سکھائیں اور ثواب کی نیت سے کام کے ساتھ ساتھ انہیں دین کی باتیں بھی سکھلاتے رہیں تو اس ذریعہ سے بھی وہ سلسلہ سے بیکاری دور کر کے بہت بڑا ثواب حاصل کر سکتے ہیں ۔ اسی طرح وہ لوگ جن کے

بچے اِس وقت بیکار ہیں وہ کوشش کر کے اگر اِنہیں کسی نہ کسی کام پر لگا دیں تو یقیناً سلسلہ اور اسلام کی وہ بہت بڑی مدد کرنے والے ہوں گے۔ ان کے اِس فعل کو جو شخص بے دینی قرار دے وہ آپ اپنے دین کا پردہ چاک کرتا ہے لیکن وہ یقیناً دیندار اور دین کی خدمت کرنے والے ہوں گے۔ پس اگر تمہارے اپنے بچے بیکار نہیں لیکن تمہیں کوئی ہُنر اور پیشہ آتا ہے تو تمہارا اُس ہُنر اور پیشہ کو اپنے اِردگرد کے یتیموں اور بیکاروں کو سکھانا بھی دین کی خدمت ہے اور اگر اس کے ساتھ تم انہیں دینی تعلیم بھی دیتے ہو تو یہ زیادہ ثواب کا موجب ہے۔ کیونکہ اس طرح وہ مبلغ بھی بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو۔

(الفضل ۱۹؍فروری ۱۹۳۷ء)

۱؎ البقرۃ: ۱۲۶

۲؎ بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ووفاتہ

۳؎ بخاری کتاب المظالم باب من اخذ الغصن (الخ)

۴؎ بخاری کتاب الجہاد باب الدرق